

ہندو مت ایک تعارف

حافظ محمد شارق

ہندو مت

ایک تعارف

حافظ محمد شارق



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

ترتیب

۵	عرض ناشر
۷	ہندو مت
۷	ہندو مت کی تاریخ
۸	قدیم دور (1500BC سے پہلے)
۹	ویدک دور (1500 BC)
۹	برہمنی دور (600BC-1000BC)
۱۱	بدھ مت اور جین مت (600BC-400BC)
۱۲	پرانوں اور منظوم کتابوں کا عہد (500 BC-500CE)
۱۳	ہندو مت مسلم دور میں (1700CE-700)
۱۵	سکھ مت
۱۶	ہندو مت، انگریزوں کے دور میں (1950CE-1700)
۱۷	جدید ہندو مندھب (1950 کے بعد)
۲۰	مذہبی کتابیں
۲۰	وید
۲۱	ویدوں کے رشی
۲۲	اپنشد
۲۲	پُران
۲۲	منودھرم شاستر
۲۳	مہابھارت
۲۳	یحگو دلیتا
۲۴	رامائی
۲۵	عقائد
۲۵	تصور خدا
۲۵	ہمساوسٹ
۲۶	عقیدہ شیعیت
۲۷	اویار

۲۷	متعدد دیوبی دیوتا
۲۸	شرک میں توحید اور توحید میں شرک
۲۸	مادہ اور روح
۲۸	ابنسا (Ahinsa)
۲۹	تناخ
۳۰	عبادات
۳۰	پوجا
۳۱	یگیہ یا سجننا (قربانی)
۳۱	چاپ
۳۱	تہوار و رسم
۳۲	دیوالی
۳۲	ہولی
۳۳	نوراتری
۳۴	معاشرتی نظام
۳۴	طبقاتی نظام
۳۵	آشرم
۳۶	ہندو دھرم اور راهِ نجات
۳۶	کرم مارگ
۳۶	گیان مارگ
۳۶	بھگتی مارگ
۳۷	ہندو فرقے اور تحریکیں
۳۷	وشومت
۳۸	شیومت
۳۸	شکتی بھلکت
۳۹	سرتی مت
۳۹	آریہ سماج
۴۰	برہمو سماج
۴۰	گاندھی تحریک

عرض ناشر

کثیر مذہبی معاشرہ میں رہنے والوں کے درمیان بہتر تعامل کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ایک دوسرے کے مذاہب کے بارے میں علم ہو۔ ان کے عقائد اور بنیادی قدرتوں سے واقفیت ہو اور ان کی رسوم و روایات کی وہ جائزگاری رکھتے ہوں۔ اس سے مطالعہ مذاہب کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشورز نے مختلف مذاہب کے تعارف پر متعدد کتابیں شائع کی ہیں۔ ان میں عالمی مذاہب (یہودیت اور عیسائیت) بھی ہیں اور ہندوستانی مذاہب (ہندو مت، جین مت اور بدھ مت وغیرہ) بھی۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جناب حافظ محمد شارق (لاہور) مطالعہ مذاہب سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔

سنسکرت اور دیگر مذہبی زبانوں سے واقفیت کی بنا پر مذاہب عالم کے صحائف پر ان کی گہری نظر ہے۔ انھوں نے مذاہب کا تحقیقی مطالعہ کیا ہے اور اپنے شائع تحقیق کو کتابوں کی صورت میں اپنے ادارہ—ادارہ تحقیقات مذاہب (Center for Interfaith Research) سے شائع کیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ان کا مطالعہ مذاہب سنجیدہ اور معروضی ہے۔ ان کی تحریروں میں دیگر مذاہب کے خلاف نفرت انگیزی نہیں پائی جاتی۔

جناب محمد اقبال ملا، سکریٹری مرکزی شعبہ دعوت، جماعت اسلامی ہند نے فاضل مصنفوں سے رابطہ کیا اور اس کتاب کی، ہندوستان میں مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشورز سے اشاعت کے لیے منظوری حاصل کر لی۔

جناب شیخ معزالدین (رکن جماعت اسلامی، بیٹر، مہاراشٹر) اس معاملے میں
واسطے بنے۔ ہم ان تمام حضرات کے شکرگزار ہیں۔
برادرانِ وطن میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے مذاہب کے تعارف پر مشتمل
ان کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ امید ہے، ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے گا۔

ناشر

ہندو مت

تعداد کے اعتبار سے عیسائیت اور اسلام کے بعد ہندو مت دنیا کا تیسرا بڑا مذہب ہے اور کروڑوں افراد اس مذہب کے پیروکار ہیں۔ مورخین کے مطابق لفظ ہندو، سندھو سے بنا ہے جو دریائے سندھ کا نام ہے۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں ہمیں اس دریا کا نام کئی جگہ ملتا ہے۔ وید ک اور ہندو دھرم کے علاوہ عام طور پر یہ مذہب سनاتن دھرم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ سनاتن سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: سدا سے سیدھا چلا آیا ہوا، ابدی یا ہمیشہ بنا رہنے والا، لازوال قانون۔ دھرم کے معنی میں لغت نویں ضابطہ سیات، عقیدہ، اصول، مذہب، فرض اور طبعی نظرت (Physical Nature) بھی لکھتے ہیں۔ مثلاً آگ کا دھرم جلانا ہے۔ اس محدود تناظر میں انگریزی میں دھرم کا ترجمہ ہم فرض یا Duty بھی کر سکتے ہیں۔ یہ لفظ ہمیں ہندوؤں کی سمجھی مقدس کتابوں میں کثرت سے ملتا ہے۔

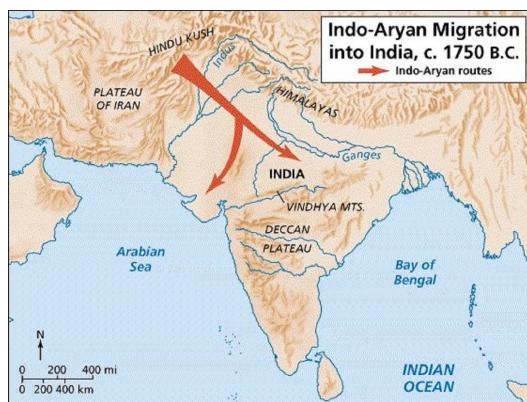
ہندو مت کی تاریخ

مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے والوں اور خود ہندوؤں کے لیے یہ متعین کرنا بہت مشکل رہا ہے کہ ان کے مذہب کی بنیاد کب اور کس نے ڈالی؟ لیکن چوں کہ ہندوستان میں کسی بھی امر کی قدامت اس کی عظمت کی دلیل مانی جاتی ہے، لہذا اس مذہب کے ماننے والوں کا دعویٰ ہے کہ ان کا مذہب دنیا کا سب سے قدیم مذہب ہے، جو تاریخ و زمانے سے ماوراء ہے۔ ہمارے پاس ایسا کوئی ریکارڈ نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ ثوق کے ساتھ کہا جاسکے کہ فلاں دور میں ہندو مت کا آغاز ہوا۔ اس مذہب کی بعض کڑیاں زمانہ قدیم سے ملتی ہیں، لیکن اکثر مورخین اس

خیال کو ترجیح دیتے ہیں کہ ہندوستان کا آغاز اس دور میں ہوا جب وسط ایشیائی قوم آریہ نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ تاہم اس بات پر بھی موئیں متفق نہیں ہیں کہ آریہ ہندوستان میں کب آئے، عام طور پر اس کا اندازہ 1500BC-2000BC کا لگایا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان کی روایات اپنی تاریخ کو اس سے بھی پچھے کی طرف لے جانے کی گنجائش رکھتی ہیں۔

قدیم دور (1500BC سے پہلے)

زمانہ ما قبل تاریخ میں ہندوستان کی تاریخ سے متعلق زیادہ معلومات ہمارے پاس نہیں ہیں، البتہ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ آریوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں سیاہ فام دراڑنسل کے لوگ آباد تھے۔ ان میں سب سے اہم تہذیب وادی سندھ کی تہذیب ہے، جس میں موہن جوداڑ اور ہڑپہ شامل ہے۔ یہ تہذیب اپنے دور کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ تھی۔ یہ لوگ موجودہ دور کی طرح پر آسانش اور اعلیٰ طرز کی زندگی گزارتے تھے۔ گھروں میں غسل خانے، کنوں، نالے، سیدھی اور سیع سرط کیں، پتھروں اور سونے چاندی کے خوب صورت زیورات، اوزار، سلے اور دوپھیوں والی گاڑی اس تہذیب کی عظمت کی آج بھی گواہی دے رہے ہیں۔ ہمیں ان کی مذہبی حالت تکمیل معلوم نہیں ہو سکی ہے، تاہم شواہد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ان میں توحید اور مظاہر پرستی دونوں ہی موجود تھیں۔ یہ تہذیب کس طرح صفحہ ہستی سے مت گئی، اس بارے میں کوئی ٹھوس شواہد نہیں ہیں۔ اس بارے میں سیلاپ، طوفان اور دیگر قدرتی آفات سے لے کر بیرونی حملے تک کے قیاس کیے جاتے ہیں، لیکن حتیٰ بات کہنا ممکن نظر نہیں آتا۔



آریائی قوم کی ہجرت

وید ک دور (1500BC)

مقبول عام نظریے کے مطابق وادی سندھ کی تہذیب کے زوال کے بعد ہی یہ رونی حملہ آور یا ہماجر قوم آریہ، ہندوستان میں داخل ہوئی اور مقامی باشندوں کو اپنا غلام بنایا کر یہاں قابض ہو گئی۔ ہندوستان میں یہی آریائی لوگ تھے، جنہوں نے اس دھرم کی بنیاد رکھی۔ جس نے بعد میں ترقی کر کے موجودہ ہندو مت کی صورت اختیار کی۔

آریہ مظاہر فطرت اور دیوتاؤں اور مقدس ارواح کے قائل تھے اور ان کے اندر توحید بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود تھی۔ نذر و نیاز اور گھوڑے کی قربانی ان کے ہاں اہم عبادت تھی، رسوم کی ادائیگی کے وقت یہ مقدس اشعار پڑھتے تھے۔ ہندوستان میں جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انھیں آرام سے فتح حاصل نہیں ہوئی، بلکہ انھیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قدیم مذہبی کتاب رگ وید میں ان کی باہم چھوٹی مولی جنگوں کے قصے ملتے ہیں۔ یہ بات قرین قیاس بھی ہے، کیوں کہ آریہ اور دراوڑ قوم آپس میں کافی اختلاف رکھتی تھی۔ شکل و صورت کے لحاظ سے آریہ گورے اور لمبے تھے جب کہ دراوڑ کالے اور پست قد تھے۔ داسی ان علاقوں میں قدیم زمانے سے آباد تھے جن پر آریہ قابض ہونا چاہر ہے تھے۔ کافی عرصے کی مزاحمت کے بعد جب یہ لوگ آریہ سے ہار گئے تو کچھ لوگ فاتحین کے غلام بن گئے جنہیں بعد میں معاشرے میں نچلے طبقے کی حیثیت دی گئی۔ آریائی اور ہندوستان کی مقامی قوموں کے نظام اخلاق میں کافی یکسانیت تھی۔ اختلاط میں سوائے رنگ و نسل کے اور کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ لہذا آریائی قوم دراوڑ تہذیب کے اثرات سے محفوظ نہ رکھی۔ آریائی قوم میں اپنی عادات و اطوار کی کچھ باقیات موجود تھیں، جو دراوڑ نے بھی اپنالی تھیں۔ اسی طرح آریوں نے بھی قدیم ہندوستانی تہذیب کے ساتھ ہی ان کے دیوتا بھی اپنالیے تھے۔

برہمنی دور (600BC-1000BC)

وید ک عہد کا آخری دور، یعنی آریوں کے دریائے گنگا اور جمنا میں آباد ہونے کا دور،

برہمنی عہد کہلاتا ہے۔ یہ دور ہندوؤں کی مقدس کتاب وید کی ہی تعلیمات پر مبنی، دینیات کی ان کتابوں سے منسوب ہے جس کا عرصہ ہندوستان میں آریوں کے فتوحات کے بعد سے لے کر 600BC تک رہا۔ اس عہد تک آریہ اور ہندوستان کی مقامی مذہبی روایات آپس میں مل چکی تھیں۔ اس دور میں مذہبی رسومات پیشیدہ ہوتی جاری تھیں اور ان پر ایک خاص طبقہ (برہمن) کی اجرہ داری قائم ہو گئی تھی جن کے بارے میں یہ تاثر عام ہو گیا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے افضل اور ممتاز ہیں۔ مخصوص مہارت حاصل کرنے کے رجحان کے نتیجے میں پیشے موروثی ہو چکے تھے اور پیشوں کے لحاظ سے طبقاتی نظام راجح ہو چکا تھا۔ مذہبی پیشوں برہمن کہلانے لگے، جنگ کرنے والے اور ملک کے سیاسی معاملات کو سنبھالنے والے چھتری (کھشتري یا کھتری) کہلانے اور زراعت و تجارت سے وابستہ لوگ ویش کہلانے۔ مقامی قوم یعنی دراڑ (داس) شودر کہلانے۔ ابتداء میں اس طبقاتی نظام میں کوئی کٹرپن نہیں تھا، بلکہ ان میں باہم رشتہ وغیرہ ہوتے رہتے تھے، لیکن بعد میں ایک مخصوص مذہبی طبقے کی طرف سے طبقاتی نظام کو مذہبی حیثیت دے دی گئی اور ازروئے قانون ذاتیں آپس میں نہ شادی کر سکتی تھیں اور نہ ایک نشست میں بیٹھ سکتی تھیں۔ اس کے بعد لوگوں نے اس نظام کو مزید جامد اور غیر لپک دار بنادیا اور اعلیٰ سمجھی جانے والی ذاتوں کی جانب سے نچلی سمجھے جانے والی ذاتوں کے لوگوں پر ظلم و ستم کی داستان شروع گئی۔

چوں کہ عبادت کے لیے مذہبی راہ نما کا ہونا ضروری تھا اور اسی کی نگرانی میں عبادت کی جانے لگی تھی، اس وجہ سے عام لوگ اپنی قدیم دعاؤں کو بھول چکے تھے۔ اگرچہ کثرت پرستی اب بھی برقرار رہی، لیکن ویدوں کی تشریحات اور سنسکرت زبان کی ترتیب کی وجہ سے مذہب میں کئی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ کئی لوگوں کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ ان کا مذہب کر پڑت مذہبی رہنماؤں کی بدولت اب صرف طبقاتی نظام اور گاؤں پوجا تک ہی محدود رہ گیا ہے۔ اسی احساس اور اضطراب کی وجہ سے لوگ جنگل میں گوشہ نشین ہونے لگے اور وہاں غور و خوض میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے فلسفیانہ غور و فکر کیا اور گیان (معرفت) کے ذریعے نجات کی راہ تلاش کرنے میں مصروف ہو گئے۔ گوشہ نشینی کی یہی روایت آگے جا کر بدھ مت اور جین مت جیسے

مذہب کا باقاعدہ آغاز ثابت ہوئی۔ جنہوں نے ہندوؤں کے مذہب کو ایک نئی جہت پر روانہ کر دیا۔

عام طور پر ہندوؤں کے مذہب کو اسی علامت سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ دراصل ہندی (دیناگری) رسم الخط میں اوم، لکھا ہوا ہے۔ مانا جاتا ہے کہ انسان نے زمین پر سب سے پہلا لفظ بھی ادا کیا تھا۔ ویدوں، بھج اور کشہ مذہبی رسوم وغیرہ کے شروع اور ختم کرنے پر بولا جاتا ہے⁽¹⁾۔

بدھ مت اور جین مت (600BC-400BC)

پانچویں صدی قبل مسیح میں بدھ مت کے بانی گوتام بدھ، اور جین مت کے بانی مهادیر پیدا ہوئے۔ ان مذہب کے مذہبی عقائد کے مطابق ان کا مذہب ان دو شخصیات سے پہلے بھی موجود تھا، جس میں کئی مقدس ہستیاں گزریں، لیکن تاریخ میں ان دونوں کی علیحدہ شناخت انہی سے ہوتی ہے۔ گوتام بدھ اور مہادیر نہ صرف ہم عصر تھے، بلکہ ان دونوں کی سیرت میں کافی ممالکت پائی جاتی ہے اور دونوں کے ہی مسلک ہندو دھرم کی ان خامیوں کو دور کرنے کے لیے راجح ہوئے تھے جو مذہبی طبقے نے پیدا کر دی تھیں۔ ان مذہب نے ابتدائیں ذات پات کی شدید مخالفت کی، جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگ ان مذہب کو قبول کرنے لگے۔ لیکن ان مذہب میں خدا اور عقیدہ بعد الموت کے متعلق واضح بیانات نہیں تھے۔ ان کی تعلیم کا خاص محور اخلاقیات اور رہبانیت کی تبلیغ تھا۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے نظری روحانیات کے بجائے یہ ایک عملی فلسفہ تھا، جس کا تعلق انسان کی معاشرتی زندگی سے تھا۔ دونوں مذہب کسی دیوتایا خدا کی عقیدت مندی سے دور اور علم و عمل، اعلیٰ اخلاق کے حصول کے لیے کوشش تھے۔

ہندوستان چوں کہ اس وقت کئی معاشرتی بیماریوں کا مرقع بنا ہوا تھا اور یہ مذہب بہت سی معاشرتی برا بیوں سے پاک تھا، اس کا دروازہ ہر شخص کے لیے کھلا تھا، اس وجہ سے بہت ہی کم عرصے میں برق رفتاری سے یہ مذہب ہندوستان میں پھیل گیا۔ ہندوستان میں یہ مذہب اپنی امتیازی خصوصیات کے باعث خوب پھیل رہا تھا۔ خوش قسمتی سے اس مذہب کو

¹—See: chapter 4.Rama Shankar Tirpathi. History of Ancient India. Delhi: Motilal Banarsidas publisher(1942)First Edition

اشوک بادشاہ (232BC-304BC) کی سرپرستی حاصل ہوئی، جس نے اس مذہب کی اشاعت کے لیے کئی مبلغ بھیجے اور ہندوستان کے طول و عرض میں اس کی تعلیمات ستونوں اور کتبوں کے ذریعے عام کیں۔ اشوک کی ہی دعوتی تحریک پر بدھ مت مشرقی ممالک میں پھیلا۔

ایک طرف ہندوؤں کا راہبانہ طرز نزدگی اختیار کیا ہوا وہ طبقہ تھا جو اپنی شدی (فسفیانہ) خیالات کا حامل تھا تو دوسری طرف ادنیٰ طبقے کے لوگ امتیازی رویے اور خود پر ہونے والے ظلم و جور سے کراہ رہے تھے۔ ایسے میں بدھ مت ان دونوں کے لیے ان کی پریشانیوں کا حل تھا۔ ہندو دھرم کو مانے والوں کی بڑی تعداد اس میں شامل ہوتی رہی، لیکن اس اشاعت کے نتیجے میں بدھ مت میں ہندو مذہب کے بہت سے اثرات آگئے۔

ہندوستان، جو کو مختلف قوموں اور مکاتب فلک کام کرنا تھا، اس نے ان نئے مذاہب کے ساتھ بھی عجیب سی مفاہمت کر لی اور بدھ مت اور جین مت کے مانے والے اپنی سابقہ تعلیمات سے دور اور برہمنی مذہب کے قریب ہونے لگے۔ بدھ مت اور جین مت نے ہندوستان کے برہمنی مت سے چند باتوں کو حچھوڑ کر کافی کچھ مستعار لیا۔ کرم اور آواگمن ان مذاہب میں برہمنی مت ہی سے آیا ہے۔ چوں کہ بدھ مذہب میں دیوتا پرستی کو کوئی غاص پہلو نہ تھا، اس لیے مذہبی اعتبار سے اس خلا کو پر کرنے کے لیے ان مذاہب والوں نے ہندوستان کی مقامی روایت کی پیر وی کرتے ہوئے مہاویر اور بدھ کے مجسمے بنائے اور ان کی پرستش کی جانے لگی۔ آخر کار یہ دونوں مذاہب ہندو مت میں خصم ہو گئے۔ ان کی حیثیت اگرچہ ایک جدا فرقے کی باقی تھی، لیکن ان کی تعلیمات زیادہ تر ہندو مت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

پرانوں اور منظوم کتابوں کا عہد (500BC-500CE)

برہمنی عہد کے خاتمے سے لے کر 500CE تک کے دور کوہم پرانوں کے زمانے کا نام دیتے ہیں۔ اس دور کے آغاز تک بدھ مت نے ہندوستان میں ایک متاثر کرن حیثیت حاصل کر لی تھی۔ سارے ہندوستان، حتیٰ کہ ایران تک بدھ مت کی تعلیمات پہنچ چکی تھیں۔ چنانچہ ہندو علماء نے بدھ مت کی پیش کرنی کے لیے اپنی کوششیں شروع کر دیں، ویدوں کی

تدوین نو کی گئی، بدھ مت کے خلاف کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مہا بھارت اور راماائن رزمیہ بھی اسی دور میں ترتیب دی گئیں، تاکہ عوام کے سامنے دیوتاؤں کے کارنامے خوب صورت انداز میں پیش کی جاسکیں اور انھیں اپنے قدیم ہندو مذہب کی طرف دوبارہ مائل کیا جاسکے۔ ایک عرصے بعد برہمنیت نے بدھ مت کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے گوتم بدھ کو اپنے اوتاروں میں شامل کر لیا تھا اور برہمنیت اور بدھ مت نے مل کر ایک ہی مذہب کی شکل اختیار کر لی۔

اس دور کے آغاز میں (500BC) 500 لگ بھگ میں) ویدوں کی تفہیم کے لیے نئے علوم راجح ہوئے۔ اس دور میں مذہبی زبان سنسکرت پر بھی بہت کام کیا گیا۔ مذہبی کتابوں میں اہم دھرم سوترا، شاستر (قوانين) سنسکرت گرام، نجوم، عروض اور مذہبی رسوم پر مبنی کتابیں تھیں۔ ان میں وہ چھ کتابیں جو وید انگ، کہلانی ہیں، موجودہ ہندو مت میں بھی ویدوں کی تفہیم کے لیے اہمیت رکھتی ہیں۔ موجودہ ہندو مت کے رجحانات کو دیکھا جائے تو تاریخی لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسی دور میں موجود ہندو مت کی تشكیل کے لیے ستون کھڑے کیے گئے جسے بعد میں پرانوں نے مکمل کیا۔

اس وقت ہندو مت کی جو صورت ہمارے سامنے ہے اس کی بنیاد 300CE سے لے کر 700CE تک کے دور میں ڈالی گئی۔ اس دور میں ہندوستان میں مصوری، مجسمہ سازی اور فن تعمیر اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ہند کی تہذیب کو ماضی کے ادوار کی طرح اس دور میں بھی کئی غیر قوموں کی روایات سے واسطہ پڑا۔ کئی غیر ملکی حملہ آور، اپنی تہذیب کے ساتھ یہاں آئے۔ لیکن اس تہذیب نے تمام نسلوں کے لوگوں کی روایات اور ان کے عقائد کو اپنی آغوش میں لے لیا اور یہ تہذیب متعدد تہذیبوں کا مجموعہ بن گئی۔ اس طرح مختلف قوموں کے باہم میل جوں اور مذہبی و تمدنی تصادم سے دوسری صدی عیسوی کے لگ بھگ قدیم ہندوستانی مذہب اور تہذیب زوال پذیر ہو رہی تھیں اور ایک نئی تہذیب جنم لے رہی تھی۔

ہندو مت کی از سر نو تعمیر اور تشدید کی وجہ سے بدھ مت کے ماننے والے ہندوستان چھوڑ گئے اور اکثریت نے اپنا مذہب تبدیل کر دیا۔ یوں بدھ مت ہندوستان سے باہر کر دیا گیا، لیکن بدھ تہذیب کے جواہرات ہندو دھرم پر مرتب ہوئے انھیں زائل کرنا کسی کے بس کا کام

نہیں تھا۔ اگرچہ اس کی صورت کافی تبدیل شدہ تھی، لیکن مسلمانوں کی آمد تک بدھ مت سندھ میں پایا جاتا تھا۔

ہندو مت مسلم دور میں (700BC-1700CE)

عرب اور ہندوستان کے باہم قدیم تجارتی تعلقات اسلام کی آمد کے بعد بھی قائم تھے۔ عرب اور ایرانی تاجر یہاں تجارت کی غرض سے آتے رہتے تھے۔ مؤمنین کے مطابق عرب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بھی اہل ہند کو بخوبی علم تھا۔ لیکن اسلام سے شناسا ہونے کے باوجود یہاں مسلمانوں کا کوئی قابل ذکر رسوخ نہ تھا۔ یہاں کوئی باقاعدہ اسلامی سلطنت نہیں تھی۔ اس عظیم خطے میں سب سے پہلے مسلمان فاتح محمد بن قاسم تھے۔ جھونوں نے 712CE میں سندھ فتح کیا اور ایک اسلامی ریاست قائم کی۔ یہ ریاست موجودہ پاکستان کے جنوب اور وسط تک محيط تھی، جو پہلے بنو امیہ اور بعد ازاں بنو عباس کے اقتدار کے تحت قائم رہی۔ یہ باقاعدہ طور پر پہلا موقع تھا جب ہندوستان کو اسلامی اثرات سے واسطہ پڑا۔ اس کے بعد سلطان محمود غزنوی (971-1030) نے ہندوستان پر حملہ کیا اور چناب فتح کر کے اپنی سلطنت قائم کی۔ اس کے بعد محمد غوری (1202-1206) اور پھر مغلیہ دور حکومت سے لے کر 1857 کی جنگ آزادی تک ہندوستان کے وسیع رقبے پر مسلمانوں کی حکومت کسی نہ کسی شکل میں موجودی۔

ساتویں صدی عیسوی سے سولہویں صدی تک ہندو حرم بھی کئی نشیب و فراز سے گزر۔ اس مذہب میں آج جو اہم مذہبی کتابیں مانی جاتی ہیں وہ سبھی اسی دور میں لکھی گئی۔ اس سے پہلے مذہبی کتابیں سینہ بہ سینہ روایت ہوتی تھی۔ اس دور کے قابل ذکر عالم فلسفی شنکر اچاریہ (788CE-820CE) تھے، جن کی حیثیت ہندوؤں کے ہاں مصلح کی ہے۔ شنکر اچاریہ نے ہندوؤں کی کئی اہم کتابوں کی بجا شیعہ (تفاسیر) لکھیں اور ہندو فلسفے پر بھی گراں قدر سر ماہیہ چھوڑا۔ بدھ مت کے رد کے لیے اس دور میں اور بھی کئی کتابیں لکھی گئیں، جس کی بدولت ہندوؤں کے ہاں فلسفہ اپنی انتہائے کمال کو پہنچا۔ شنکر اچاریہ کے علاوہ بھی کئی ایسے فرقے اس دور میں ظاہر ہوئے، جھونوں نے اپنے اپنے انداز میں ہندو مت کی تشرح کی اور اپنے فرقے کے

اصول اور رسم و شعائر متعین کیے۔ گزشتہ دور کی طرح اس دور میں بھی پرانا اور مہا بھارت کے کرداروں کو نمایاں کیا گیا، جس کی سب سے اہم مثال شری کرشن کی سیرت پر بنی مفصل کتاب ”بھگوت پران“ ہے، جو اسی دور کی یادگار ہے۔ قدیم ویدک دھرم میں جو رسم مثلاً قربانی وغیرہ تھیں، اسے اس زمانے میں انتہائی محدود کر دیا گیا۔ اس ابھرتے ہوئے ہندو مت کی سب سے اہم خوبی مختلف افکار و عقائد کو سمولینے کی صلاحیت تھی۔

مسلمانوں کے دور میں ہندوستان کے سیاسی، تمدنی اور معاشرتی نظام کے ساتھ مذہب پر بھی اسلام کے گھرے اثرات مرتب ہوئے، جس کی بدولت ہندو مت میں بہت سی اصلاحی تحریکوں کا ظہور ہوا۔ ان اصلاح پسندوں اور دیگر مذاہب کے اثرات سے ایسے مکاتب فلک وجود میں آئے جنہوں نے ہندو مت میں توحید کا پرچار کیا اور بہت پرستی کی خالفت کی۔ مشہور فسفی رامانخ (1017CE-1137CE) اور راماند (1299-1410) بھی انہی میں سے ایک تھے۔ ہندو دھرم نے اپنی طبعی روایت کو قائم رکھتے ہوئے تمام اختلافات قبول کیے اور سبھی مکاتب فلک کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ مذہبی اصلاح کی سبھی کوششیں شہری طبقے میں ذات پات کی شدت میں کمی کے علاوہ زیادہ کام یاب نہ ہو سکی۔ اگرچہ ان مصلحین کے علمی سرمایے کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، لیکن وہ کوششیں، جو انہوں نے توحید قائم کرنے کے لیے عمل میں لائیں، زیادہ کارگر نہ رہیں۔

سکھ مت

پندرہویں صدی عیسوی میں نمودار ہونے والا فرقہ سکھ مت تھا، جو اپنی ابتداء میں کوئی علیحدہ مذہب نہیں، بلکہ ہندو مت اور اسلام سے متاثراً ایک ذیلی تحریک تھی۔ اس فرقے کے بانی گروناک تھے۔ گروناک کی پیدائش 1466CE میں لاہور کے قریب تحصیل شرق پور کے ایک گاؤں تلوڈی (نکانہ صاحب) میں ہوئی۔ ان کا تعلق ایک کھشتری خاندان سے تھا۔ اپنی ذہانت کے سبب انہوں نے محض نوبرس کی عمر میں عربی، فارسی اور ہندوستان کی دیگر دلیسی زبانوں میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ بچپن سے ہی ان کا مذہبی رجحان بڑھتا جا رہا تھا۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق جوانی میں انہوں نے شیخ اسماعیل بخاری، سید علی بھویری، بابا فرید اور

پنجاب کے دیگر مشہور مسلمان صوفیا نے کرام سے اپنی روحانی پیاس بھائی۔ تیس سال کی عمر میں وہ گرو بن گئے۔ ان کا انتقال 1539CE میں ہوا۔

ناک صاحب اوہام پسندی، ذات پات اور بہت پرستی کے شدید مخالف تھے۔ انہوں نے زندگی بھرا پنے شاگردوں، یعنی سکھوں کو عدم تشدد، تو حیدر مساوات کی ہی تعلیم دی۔ لیکن بعد میں سکھ گروؤں کا جو سلسلہ چلا، ہمیں اس کی تعلیمات اور اس تحریک کے باñی کی تعلیمات میں کافی فرق نظر آتا ہے۔ اپنی ابتداء میں یہ مسلک اسلام سے قریب تر تھا اور بہت سے مسلمان ناک کو پکا مسلمان سمجھتے تھے، لیکن بعد ازاں اس تحریک میں ہندوؤں اور نگ نمایاں ہوتا گیا اور یہ مسلک اسلام اور ہندوؤں کے مذہب کا مرکب بن گیا، جس میں ہندوانہ عنصر زیادہ نمایاں رہا۔ سکھ مت میں اگرچہ اسلامی توحید اور مساوات کی تعلیم راجح ہو چکی تھی، لیکن ہندوؤں کا عقیدہ نروان بھی اس میں شامل ہو گیا۔

ہندو مت، انگریزوں کے دور میں (1950CE-1700CE)

سو ہویں صدی عیسوی کے لگ بھگ برطانیہ سے انگریز تجارت کی غرض سے برصغیر آئے اور مغلیہ سلطنت سے بعض مراءات حاصل کر کے مختلف شہروں میں اپنے مرکز قائم کر لیے۔ یہ دور مغلیہ سلطنت کے زوال کا دور تھا۔ ستر ہویں صدی میں مسلمانوں کے زوال کو دیکھتے ہوئے بیہاں انگریز سیاسی طور پر بھی سرگرم ہو گئے اور بنگال، جواس وقت فرانسیسیوں کے ہاتھ میں تھا، انھیں شکست دے کر بیہاں اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ اس کے بعد مسلسل یہے بعد دیگرے تمام صوبوں پر ان کا قبضہ ہوتا رہا اور اس اقتدار کی توسعہ ہوتی رہی، حتیٰ کہ اٹھارہویں صدی کے آخر تک برصغیر کے مختلف راجاؤں، نوابوں اور حکمرانوں سے معروف کہ آرائیوں کے بعد ان کا تسلط تقریباً پورے برصغیر پر قائم ہو گیا۔ انگریزوں کے دور میں عیسائی مبلغین بھر پورا نداز میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی برصغیر کے ہندو بھی مغربی مفکرین کے افکار سے متعارف ہوئے۔ ذات پات کے نظام سے بیزاری کی وجہ سے کئی ہندو عیسائیت قبول کر لے تھے۔ عیسائی مبلغین کے جواب میں ہندوؤں کی جانب سے بھی کئی اہم مبلغین اٹھے، جنہوں نے

عیسائی مبلغین کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دیا اور ہندوؤں کو دوبارہ ان کے قدیم مذہب کی طرف مائل کیا۔ راجہ رام موہن رائے (1774–1833)، سوامی دیانند سرسوتی (1824–1883) اور مہاتما گاندھی (1869–1948) جیسے کئی مذہبی اور سماجی مصلحین نے اس دور میں عیسائی مبلغین کا مقابلہ کیا اور ہندوؤں میں عدم تشدد اور قومیت کے تصور کو ابھارا۔ اس دور میں نصرت سماج کی اصلاح کے لیے کوششیں کی گئیں، بلکہ ہندو مت کوئی بنیادوں پر استوار کرتے ہوئے تعلیم یافتہ ہندوؤں میں اپنے مذہب اور ثقافت سے افتخار کا جذبہ بھی پیدا کیا گیا، جوانگریزوں کے عیسائی مبلغین کی وجہ سے متزلزل ہو گیا تھا۔ اس میں سب سے زیادہ اہم کوششیں سوامی دیانند سرسوتی اور ان کے معتقدین کی تھیں۔ سوامی جی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی، جو بہت ہی کم عرصے میں ہندوستان کی ایک اہم تحریک بن گئی۔ سوامی جی نے ویدوں کی نئی شروحات لکھیں اور ہندو مت میں ذات پات اور بت پرستی کا انکار کرتے ہوئے عقیدہ توحید کو راجح کرنے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں سب سے اہم کوشش وہ تھیں جس میں سوامی جی اور ان کے معتقدین نے اپنے مذہب کو سائنسی بنیادوں پر استوار کیا اور ہندو مت کو اس صورت میں پیش کیا جو سائنس سے بالکل ہم آہنگ، بلکہ بعض اوقات سائنس سے ایک قدم آگے نظر آنے لگا۔ اگرچہ ماضی کے مصلحین کی طرح توحید اور بت پرستی کے خلاف ان کی کوششیں زیادہ کارگر نہ رہی اور عوام اور مذہبی علماء کی ایک بڑی تعداد نے ان کی مخالفت بھی کی لیکن انھوں نے ذات پات، قربانی کی رسم اور دیگر شعائر کی جو جدید تشریحات پیش کیں انھیں بالعموم تسلیم کیا گیا۔ اس معاملے میں دوجدید میں سب انہی کے خوشہ چیز نظر آتے ہیں۔

جدید ہندو مندہب (1950 کے بعد)

1947ء میں بر صغیر کی تقسیم کے بعد بھارت اور پاکستان علیحدہ ملک کے طور پر وجود میں آئے۔ بھارت آزادی کے بعد سیکولرزم کی راہ پر گامزن ہوا، لیکن اس دور میں ہندو مت کو دنیا کے سامنے جس قدر سائنسی اور جدید انداز میں پیش کرنے کا رجحان قائم ہوا اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ ہندو علماء اس سے پہلے بھی مغرب میں اپنی مذہبی سرگرمیاں شروع کر چکے تھے،

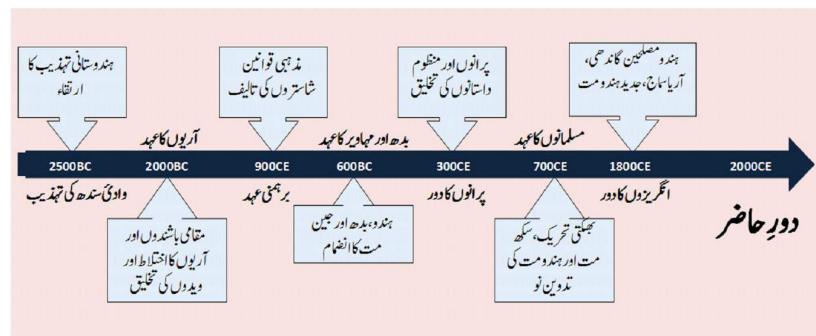
لیکن آزادی کے بعد ان سرگرمیوں میں کافی اضافہ ہوا اور کئی ایسے ادارے تشكیل دیے گئے جن کا مقصد خاص مغرب میں ہندو مذہب کی تبلیغ تھا۔ اس مقصد کے لیے انگریزی میں اس مذہب سے متعلق ایک بڑا علمی ذخیرہ تشكیل دیا جانے لگا، جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ نیز اس کے ساتھ ہی بھارت میں اس مذہب کی قدیم زبان سنسکرت کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی اور اس زبان کے فروع کے لیے کئی ادارے قائم کیے گئے۔ ہندی زبان، جومذہ ہی ادب کی اہم ترین زبان تھی، اسے بھی سرکاری زبان بنایا گیا۔ اس سے پہلے اس زبان میں عربی و فارسی کے اچھے خاص الفاظ شامل تھے، کہیں کہیں سنسکرت سے ماخوذ شدہ ہندی کے الفاظ بھی آجایا کرتے تھے، لیکن سرکاری زبان بننے کے بعد اس میں اردو اثر کو زائل کر کے سنسکرت الفاظ کی بھرمار کی گئی۔ اس مذہب کی تعلیم اور احساس تفاخر کو جاگر کرنے کے لیے ٹوی کیبل کا بھی موثر استعمال کیا گیا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم کاؤش مہما بھارت، سیریل تھا، جس میں اس داستان کو انتہائی جدید اور مرتب طریقے سے پیش کیا گیا۔ یہ سب کچھ اسی مقصد کے تحت تھا کہ ہندوؤں کا ان کی قدیم تہذیب و تمدن سے رشتہ دوبارہ استوار کیا جائے۔

ان سبھی عوامل کی بنا پر جن کا ہم نے جائزہ لیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ ہندو دھرم کوئی ایک خاص فلسفہ، نظام زندگی یا دستور العمل نہیں، بلکہ یہ متعدد نیالات و نظریات کا ایسا منفرد مجموعہ ہے، جس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی۔ آج اس مذہب میں اس قدر لچک موجود ہے کہ ایک فرقہ کئی خداوں کو مانتا ہے تو دوسرا تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو، حتیٰ کہ خدا کے انکار کرنے والے بھی اس مذہب کا حصہ ہیں۔ ایک شخص مادہ کے ازی بونے کا قائل ہے تو دوسرا منکر! تناسخ اور کرم کے علاوہ شاید ہی کوئی امر ہو جس پر تمام ہندو مت تقق ہوں۔ مختلف خطوں کے مختلف رسوم و شعائر ہیں۔ یہ دھرم ہر قسم کے عقیدے کو اپنانے کے لیے ہمیشہ سے تیار رہا ہے۔ تمام رسماں و روان، خواہ وہ قدیم زمانے کے ہوں یا عصر جدید کے، سب کو اختیار کر لیتا ہے۔

ہندو مت، مذہب کی بابت اس آزادی کا نام ہے جس کی رو سے ہر شخص کوئی بھی عقیدہ یا رسماں اپنا سکتا ہے۔ یہ مذہب خدا کے مختلف تصورات میں سے کسی ایک تصویر کو حق یا باطل قرار نہیں دیتا اور نہ کسی ایک تصویر کو کل بنی نوع انسان کے لیے قطعی تسلیم کرتا ہے۔ ہر شخص کو یہ

حق دیا گیا ہے کہ جو تصور اور طریقہ عبادت اس کو پسند آئے وہ اسی کو اختیار کرے۔ بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تناخ کو نہیں مانتے، تو کچھ لوگ گائے کے قدس کو اہمیت نہیں دیتے، کچھ ذات پات کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کچھ مذہبی کتابوں پر تنقید کرتے ہوئے ملتے ہیں۔ اس ساری صورت حال کو جاننے کے بعد صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ ہندو دھرم دراصل مذہب اور عقائد کے معاملے میں آزادی کا نام ہے، لہذا ہندو مت کی طرح ہندو کی تعریف کو بھی کسی مذہب یا عقیدے میں قید کرنا اس دھرم کی شان کے منافی ہے۔

ہندو مذہب کی تاریخ کو ہم اس خاکہ کی شکل میں بیان کر سکتے ہیں:



مذہبی کتابیں

ہندو دھرم ایک کثیر ادبی سرما میے کا حامل ہے، جو تقریباً 300BC سے لے کر 600CE تک محيط ہے۔ ان میں زیادہ تر سنسکرت زبان میں ہیں، جن میں قدیم آریائی، دراوڑی اور زرتشتی رنگ ملتا ہے۔ یہ مذہبی ادبیات ہزاروں سال تک مختلف برہمنوں کے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔ ہندو مذہب کی سمجھی کتب بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کی جاتی ہیں: شروتی اور سمرتی۔ ان کے بقول شروتی سے ان کی مراد وہ تحریر ہے جو سنی گئی ہیں یا نازل کی گئی ہیں، جب کہ سمرتی سے مراد وہ تحریر ہے جو یاد کی گئیں۔ شروتی کو الہامی نوعیت کی کتابیں سمجھا جاتا ہے جن میں وید اور اپنیشاد شامل ہے۔ سمرتی کتابیں ہندو دھرم کے قانون، رسوم و رواج، تاریخ اور روایات پر مبنی ہیں۔ ان کتابوں میں منودھرم شاستر، پران، گیتا، راما اتن اور مہابھارت شامل ہیں۔

وید

لفظ وید کا مطلب ہے جاننا۔ سنسکرت زبان میں موجود وید دنیا کا وہ قدیم ترین مذہبی صحیفہ ہے جو تقریباً 3000 قبل مسح سے 1000 قبل مسح تک کے زمانے پر محيط ہے۔ اس کی تاریخ کتاب کا قدیم ترین حصہ رگ وید اس خطے کا درجہ ہے جو افغانستان کے بالکل مشرق میں واقع ہے۔ یہ علاقہ اب پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا (شمال مغربی صوبہ سرحد) اور بلوچستان (رشانی، بروہی اور پشتون) میں شامل ہے، جب کہ کچھ حصہ موجودہ پنجاب اور شمالی ہند میں لکھے گئے۔ اس کے بعد جدید حصے دریائے گنگا و جمنا کی وادیوں میں تخلیق ہوئے۔

اس کتاب میں کم و بیش دس ہزار منتر ہیں، جو مختلف دیوتا بآخوص اگنی اور اندر کی حمد و شنا پر مشتمل ہیں۔ مذہبی اعتبار سے ہمیں اس میں کسی ایک خالق کا تصور نہیں ملتا۔ جس عقیدے کے وید شدومد سے بیان کرتی ہے وہ توحید (Henotheism) ہے۔ عقیدہ آخرت کا سراغ بھی ہمیں اس کتاب میں انتہائی مبہم انداز مل جاتا ہے۔

وید چار کتابیں ہیں: رگ وید، اتحروید، سام وید اور بھروید۔ باوجود کچھ تضادات و اختلافات کے یہ چاروں وید انتہائی مستند مانی جاتی ہیں، کیوں کہ ہندو دھرم کی بنیاد انہی ویدوں پر ہے۔ ان چاروں ویدوں میں سب سے اہم اور مستند رگ وید ہے اور اس کے بعد اتحروید، پھر سام وید اور پھر بھروید کا نمبر ہے۔ بقیہ ویدوں کا زیادہ تر حصہ رگ وید سے منقول ہے۔

یہ کتابیں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ واضح رہنا چاہیے کہ وید ک سنسکرت اور بعد کی سنسکرت میں بہت زیادہ فرق ہے۔ قدیم سنسکرت ٹھوس قواعد بآخوص مصدر اور فعل کے متعلقہ قواعد سے قدرے آزاد تھی، جب کہ جدید سنسکرت دراصل مشہور سنسکرت دال پانٹ کی تشكیل کردہ ہے، جو قواعد کے اعتبار سے کسی قدر روئی اور جرمن زبان سے قریب ہے۔ پانٹ کی لگ بھگ چوتھی صدی قبل مسیح میں اس علاقے میں پیدا ہوئے تھے جو موجودہ پشاور اور چارسدہ کے درمیان میں واقع ہے۔ اردو، بگالی، پنجابی، فارسی، جرمن اور انگریزی بھی اسی لسانی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

ویدوں کے رشی

ویدوں کے لکھنے والے شاعر رشی کہلاتے ہیں۔ رشی کے معنی ہیں منتر دیکھنے والا۔ دیکھنے سے ہندوؤں کا مراد الہام یادل میں دیکھنا ہے۔ رشی منتر کا متکلم ہوتا ہے، جو اپنی شاعری میں دیوتا سے کلام کرتا ہے۔ ہندو علماء کی اکثریت کا خیال ہے کہ وید مختلف زمانوں میں مختلف شاعروں نے تصنیف کیے۔ قدیم روحانی شخصیتوں نے اپنے اعلیٰ روحانی مقامات کی بنا پر کائنات کی سچائیوں کو سن لیا تھا اور پھر انہوں نے اسے الفاظ کا جامہ پہنایا۔ ان رشیوں میں آریائی، برہمنی اور قدیم ہندوستان کے دیگر مکاتب فکر کے لوگ شامل ہیں۔

وید کے مطالعے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف لوگوں کی زبان سے جاری

ہونے والے سنسکرت اشعار کا مجموعہ ہے، البتہ ہندوؤں کے بعض فرقے وید کو ہزاروں رشیوں کا کلام نہیں مانتے۔

اپنشد

ویدوں کے بعد ہندوؤں کے نزدیک اپنشد کا درجہ آتا ہے۔ یہ دراصل ان خطبات کا مجموعہ ہے جو ہندو گوشہ نشینوں نے جنگلوں میں اپنے شاگردوں کو دیے۔ لیکن ہندوؤں کے ہاں اسے الہامی کتاب سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے اپنشد قدیم دانش کا مأخذ ہے، جس میں وید کی تشریح ایک منفرد اسلوب میں ملتی ہے۔ اپنشد کے اقتباسات کسی فلسفی بزرگ کے اقوال کے مشابہ لگتے ہیں۔ مورخین کے مطابق اپنشد کے خطبات 500BC-900BC کے دوران کسی عرصے میں مرتب ہوئے۔ وید کی طرح اپنشد کی تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ روایتی طور پر ان کی تعداد 108 بتائی جاتی ہے، البتہ غیر متنازعہ اپنشد کی تعداد 12 ہے۔

پُران

اپنشد کے بعد پُران کا درجہ ہے۔ وید کی نسبت یہ بہت ہی مفصل اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی کتاب ہے۔ اس میں دیوتاؤں کی حکایات بیں۔ اس کے ساتھ ہی اس میں ریاضی، فلکیات، تاریخ اور جغرافیہ کا علم بھی موجود ہے۔ پُران کی تاریخ وید کے دور کی ہی بتائی جاتی ہے۔ کیوں کہ وید اور پُران دونوں میں ایک دوسرے کا ذکر ملتا ہے۔ مطالعے سے یہ غالب گمان ہوتا ہے کہ پُران کا وجود وید سے پہلے تھا۔ پُرانوں کی تعداد اٹھاڑہ ہے اور ان میں تقریباً آٹھ لاکھ سے زیادہ اشعار ہیں۔ ان میں مشہور بھوکھی پُران، بھا گوت مہا تم پُران، وشنو پُران اور متسیہ پُران میں۔ ان میں ہمیں کئی رشیوں کا خطاب ملتا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں یہ بات عموماً تسلیم کی جاتی ہے کہ یہ خود بھگوان کا کلام ہے اور مہارشی ویاس نے اس کلام کو صرف مرتب کیا تھا۔

منودھرم شاستر

منودھرم شاستر وہ قانون ہے جسے ہندو دھرم میں فقه کا درجہ حاصل ہے۔ منودھرم

شاستر میں ہندو دھرم کے مختلف رسوم و رواج اور قوانین وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں ہندو دھرم کی مقدس ترین کتاب منوشاسترا ہم مقامِ رکھتی ہے، جو ہندو دھرم کا مذہبی قانون ہے۔ ہندو دھرم کے علم معاشرت میں اس کتاب کا کثیر حصہ ہے۔ قوانین کے مجموعے کا درج رکھنے والی اس کتاب نے ہندوستانی تہذیب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، جو آج بھی ہندو معاشرے میں قائم و دائم ہیں۔ اکثر مورخین کے نزدیک اس منوسراستی کی موجودہ صورت تقریباً دوسری صدی قبل مسیح میں وجود میں آئی۔

مہا بھارت

اگرچہ مہا بھارت وید ک ادب میں شمار نہیں کی جاتی، لیکن یہ ہندو مذہبی کتابوں میں سب سے طویل اور بلند مقام کتاب ہے۔ دولاکھ پندرہ ہزار اشعار پر مشتمل مہا بھارت دنیا کے ادب کی طویل ترین نظم ہے۔ یہ دراصل ہستناپور یا ست کے دو خاندانوں کو رو اور پانڈوؤں کے درمیان ہونے والی ایک بہت بڑی جنگ کی کہانی ہے۔ اس کہانی میں جوئے کی بازی ہارے ہوئے پانچ پانڈو انتقام کے لیے 100 کورو اور ان کے ہزاروں ساتھیوں کے خلاف لڑتے ہیں اور بھگوان کے اوخارشی کرشن کی مدد سے پانڈو یہ جنگ جیت جاتے ہیں۔ مہا بھارت کے مطابق اس جنگ میں ہندوستان کے تمام اضلاع کے سپاہیوں نے حصہ لیا تھا۔ ایک طرح سے اس جنگ نے ہندوستانیوں کو دو جماعتیں میں تقسیم کر دیا: ایک حق پرست یعنی پانڈوؤں کے حمایتی اور ایک باطل پرست یعنی کورو کے حمایتی۔ ایک گھسان لڑائی کے بعد بالآخر جیت پانڈوؤں کی ہوتی۔ بعض ہندو علاماً مثلاً موہن داس گاندھی، سوامی پرمانند اور سوامی اڑگڑانند کے مطابق مہا بھارت حقیقی جنگ کا نام نہیں، بلکہ انسانی جسم (میدانِ عمل) میں نفس کے خلاف ہونے والی جنگ کا بیان ہے، جسے مہا بھارت (مع گیتا) میں تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے، لیکن اکثر مورخین کا ماننا ہے کہ مہا بھارت اصل تاریخی حقائق پر مبنی ہے۔ مہا بھارت کو ویساں جی کی تصنیف بتایا جاتا ہے، جنہوں نے اپنے شاگرد ولیشم پائی کو اس کی تعلیم دی تھی۔ اس کی باقاعدہ ترتیب کا دور چھٹی صدی قبل مسیح کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ اس وقت تحریر میں نہیں لایا گیا تھا۔

مہا بھارت کے مطابق شری کرشن کی 16100 بیویاں تھیں، جن میں سے آٹھ اصل اور بقیہ تحفتاً بل تھیں۔

بھگو د گیتا

لفظ بھگ و بھگ سے ہے جس کے معنی جاہ و جلال ہے۔ اور گیتا سے مراد نظم ہے۔ یہ کتاب مہا بھارت ہی کا حصہ ہے۔ یہ مکالے بیس جو قدیم ہندو مذہبی شخصیات، ارجمن اور شری کرشن کے درمیان مہا بھارت میں ہوئے تھے۔ ان مکالمات میں شری کرشن نے ارجمن کو بہت سی اخلاقی ہدایات دی تھیں۔ یہ ہندوؤں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

رامائن

زرمیہ نظموں میں مہا بھارت کے بعد 24,000 اشعار پر مشتمل رامائن آتی ہے، جو ہندوؤں کی عوامی کتاب ہے۔ رامائن بھگوان کے اوپر اشری رام چندر کا حصہ ہے، جو ہنومان کی مدد سے راکشسوں کے راجہ راون کو مار کر اپنی بیوی سیتا کو چھڑاتے ہیں۔ اگرچہ موضوع کے اعتبار سے مہا بھارت اور رامائن دو مختلف تصانیف ہیں، لیکن اس میں بھی مہا بھارت کی طرح وعظ و نصیحت اور اخلاقیات سے متعلق بہت سے مباحث ملتے ہیں۔ مہا بھارت اور رامائن کو اس وقت عوامی سطح پر انتہائی تقدس حاصل ہے۔

رامائن کی جو صورت دور حاضر میں رائج ہے، اس کا زمانہ 400BC کے لگ بھگ ہے۔ عصر حاضر کے تقادوں کی رائے ہے کہ رامائن کسی ایک آدمی کی تخلیق نہیں ہے اور اس کے بعض حصوں کا یقینی طور پر بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقوں اور زبانوں میں رامائن کے بہت سے نسخے ملتے ہیں، بلکہ شری رامائج کی تحقیق کے مطابق رامائن کے تقریباً 300 نسخے (Versions) ہیں، جن میں کئی اختلافات ہیں۔ ان نسخوں میں باہم اس قدر تضاد ہے کہ ہر ایک منفرد کتاب معلوم ہوتی ہے، البتہ ان کا مرکزی نتیجہ (Theme) ایک ہی ہے۔

عقدہ

تصویرِ خدا

ہندوؤں میں خدا کو پکارنے کے لیے کئی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ بھگوان یا خدا سے مراد ہندوؤں کے ہاں کوئی ایک معین ہستی ہرگز نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کا الگ الگ بھگوان یعنی خدا ہے۔ ہندو مت میں ہر فرقے میں ان کے بھگوان یعنی خدا کے لیے جدا جدا تصورات قائم ہیں۔ ہمیں بیک وقت تو حید کا بہم تصور بھی ملتا ہے اور ہمہ اوست اور شرک کا بھی۔ ویدوں میں ہمیں دیوتاؤں کی کثرت ملتی ہیں، جن میں آگنی، سوتا، سوم، رُور، والیو، اندر اور بہت سے دیگر نام شامل ہیں۔ ہمیں ہندوؤں کی مختلف کتابوں میں خدا کے متعلق مختلف تصورات ملتے ہیں جن کی قصیل یہ ہے۔

ہمہ اوست

اپننشدروں میں خدا کو پہچاننے کے لیے جس تعلیم کا سہارا لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں خدا کا ظہور ہوا ہے۔ ہر شے چاہے وہ جان دار ہو یا بے جان، مقدس اور الہامی ہے اور اس میں خدا کا ظہور ہے۔ خدا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں رکھتا، بلکہ وہ سب کچھ ہے۔ وہ بیک وقت تمام کائنات میں سما یا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ہندوؤں کے ہاں کروڑوں دیوتا ہیں اور سانپ اور بند رسمیت بے شمار اشیا کی پوجا کی جاتی ہے۔ اپنشد کے مطابق خدا درحقیقت ہماری سوچ سے ماوراء اور لا محدود ہے۔ ہم چاہیں

اسے کسی نام یا صفات سے یاد کر لیں، لیکن وہ الفاظ، صفات اور سوچ چوں کہ ہمارے ذہن کی پیداوار ہوگی، اس لیے محدود ہو گی جب کہ برمہنیا آئمن ہر طرح کے الفاظ اور تصور سے پاک ہے۔ ہمیں خدا کے وجود کا علم صرف اس کی کائنات سے ہو سکتا ہے۔ خدا دراصل ابدی قوت اور کائنات کی روح ہے، اور کائنات کی تمام بڑی چھوٹی چیز اور لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اس تصور کو مسلم صوفیہ کے ہاں وحدت الوجود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عقیدہ مثلیث (تری مورتی)

ہندو مت میں اصلاح کی غاطر جو تبدیلیاں کی گئیں ان میں تری مورتی کا تصور نہایت اہم ہے۔ اس کی رو سے حقیقی خدا یاد دیوتا تین ہیں۔ باقی تمام خدا، دیوتا و دیویاں انہی کے ماتحت ہیں۔ ان میں سے ایک خالق، ایک گھبائیار بار ایک تباہ و بر باد کرنے والا ہے۔ ان تین خداوں کا نام بالترتیب برہما، وشنو اور شیو ہے۔

برہما سے مراد خالق ہے۔ یہ دیوتا کائنات کا نقطہ آغاز مانا جاتا ہے۔ لہذا اس کا درجہ بھی بہت اوپر چاہے۔ لیکن بلند مقام ہونے کے باوجود برہما کو مذہبی ماذد بالخصوص ہندوؤں کی مذہبی زندگی میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اجمیع میں قائم ایک قدیم آریائی مندر کے علاوہ اس دیوتا کے مندر ہندوستان میں شاذ و نادر ہیں۔ دوسرے خدا کا نام وشنو ہے، جس کے معنی ہیں گھبائیار چلانے والا۔ جیسا کہ برہما اس کائنات کا خالق تھا، اسی طرح کائنات کا محافظ اور گھبائیار وشنو دیوتا ہے۔ وشنو کا کردار حرم دل جیسا بتایا گیا ہے، جو مخلوق کی حفاظت اور معاونت کے لیے وقتاً فوقتاً جزوی یا کبھی کلی طور پر بشری، انسانی اور مختلف صورتوں میں دنیا میں آتا ہے، جسے اوتار کہا جاتا ہے۔

تیسرا خدا شیو ہے۔ شیو سے مراد ہے تباہ کرنے والا۔ مورخین کے مطابق یہ دیوتا قدیم ہندو تہذیب کی ان باقیات میں سے ہے جو آج بھی موجود ہیں۔ وادی سندھ سے برآمد کی ایسی مہریں ملی ہیں جن سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ شیو یا اس جیسے کسی اور دیوتا کی پرستش قدیم دور میں بھی کی جاتی تھی۔ ہندوؤں میں یہ دیوتا ایک غصب ناک حیثیت رکھتا ہے، جو

اپنی وحشت اور جلال سے سب کو اپنے آگے جھکا دیتا ہے۔ اس کی پرستش لگنگ یعنی عضوت ناس کے توسط سے کی جاتی ہے۔ شیو کے دوسرا نام مہاشٹکر، ہری اور ناتھ بھی ہے۔ جنوہی ہند میں ایکہ پد کے خطاب سے اسے ایک پاؤں والا دیوتا کہہ کر پوجا جاتا ہے۔ اس کی محبوبہ بیوی پاروتی ہے، جس کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے اوما، کامی اور درگا۔ اوما کی صورت میں پاروتی ایک رحم دل مال، کامی کی صورت میں قدرتی آفات کی دیوی اور درگا کی صورت میں ایک خوفناک دیوی ہے۔

اوٹار

لفظ اوٹار (Avatar) دلفظوں کا مجموعہ ہے۔ اُ کا مطلب ہے نیچ، اوٹار کا مطلب ہے آنا یا گزرنा، یعنی اوٹار سے مراد وہ جو نیچے اترا، یا وہ جو نیچے آیا۔ بعض علماء کے مطابق اوٹار لفظ اوتناسے ہے، جس کے معنی خدا کا ظہور یا اس کی طرف سے تنزل ہے۔ اس سے مراذ میں پر کسی بھی صورت میں دیوتا یا خدا کا نزول ہے۔ اس عقیدے کے مطابق خدا نیک لوگوں کی مدد، دھرم کے قیام اور برائی کے خاتمہ و تین کنی کے لیے اکثر لباس بشری و حیوانی میں دنیا میں آتا ہے۔ اس کے لیے خدا کوئی بھی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہندو دھرم کا یہ اہم ترین عقیدہ ویدوں میں کہیں نہیں ملتا، البتہ پران اور گیتا میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

متعدد دلیوی دیوتا

دلیوتا کا مطلب خدا یا ایسی مقدس ہستی ہے جو خدائی صفات رکھتی ہو اور بہت سے تصرفات کی حامل ہو۔ اس کی منش دلیوی ہوتی ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے چھوٹے G کے ساتھ god کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جب کہ بڑے G کے ساتھ God اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہندو مت میں دلیوتا وہ قابل پرستش مقدس ہستیاں ہیں جن سے مخلوق کو مختلف قسم کے فیض حاصل ہوتے ہیں۔ کتاب 'ہندو ازم' کے مصنف مسٹر گوند اس کی تحقیق کے مطابق ویدوں میں 33 دلیوتا تھے، لیکن موجودہ ہندو مت میں وہ خدا اور دلیوتا، جن کی پرستش کی جاتی ہے، ان کی

تعداد 33 کروڑ تک بتائی جاتی ہے۔ ان میں سورج، چاند، آگ، ہوا، سائیں ہنومان، (بندر دیوتا) اندر، کرما، شنتی، رام، کرشنا، شنگن، ورن اور بدھ مشہور ہیں۔

دیوی دراصل خدا کی محبوبہ یا بیوی مانی جاتی ہیں۔ ان دیویوں میں رام کی بیوی سیتا، کرشن کی محبوبہ رادھا، برہما کی بیوی سرسوتی، شیو کی بیوی پاروتی، کرشن کی ملکہ خاص رکنی اور اس کے علاوہ قدیم تہذیبوں سے تقدس کی حامل رہنے والی دیویاں درگا، گنگا، ماہی اور دھومرتی معروف ہیں۔

شرک میں توحید اور توحید میں شرک

مروجہ ہندومت میں جہاں بے شمار مظاہر فطرت، دیوتاؤں کو قابل پرستش سمجھا جاتا ہے، وہیں ان سب کے پس پرداہ ایک عظیم واحد ہستی بھی پوشیدہ ہے۔ تمام دیوتا اور خدا اپنے اپنے بھکتوں (بندوں) کے لیے خدائے واحد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ خدائے واحد کو تسلیم کرنے کے لیے دوسرے دیوتاؤں کا انکار کیا جائے، بلکہ وہ دوسرے دیوتاؤں کو اپنے مخصوص دیوتا کے ماتحت جانتا ہے۔ ویدوں کے مطابق اُنی، وايو، وشنو، شیوا درحقیقت ایک ہی خدا ہے۔ بچاریوں نے انھیں مختلف کر دیا ہے۔ رُگ وید میں ہمیں اسی قسم کا بیان ملتا ہے کہ ”بچاری ایک ہی خدا کو بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں۔“

مادہ اور روح

مادہ اور روح کے متعلق ہندوؤں کی اکثریت کا عقیدہ ہے کہ مادہ اور روح دونوں ہی ازلی ہے، یعنی ان میں کوئی فرق نہیں اور دونوں کوہی خالق کا درجہ حاصل ہے، اس عقیدے کے اعتبار سے خدا گھی مادہ اور روح کا متحان قرار پاتا ہے۔

(Ahinsa) اہنسا

ہندو مندہب پر پانچویں صدی قبل مسیح کی دو تحریکوں کا بہت زیادہ اثر پڑا ہے: ایک جین مت اور دوسرا بدھ مت۔ بت پرستی کے علاوہ اہنسا یا اہنسا کا تصور بھی ہندوؤں نے ان مندہب کے پیروکاروں سے ہی سیکھا تھا۔ اہنسا کے لغوی معنی عدم تشدد ہے۔ ہندومت کے تمام

فرقوں میں ان دونوں مذاہب سے قبل قربانی کی رسم راجح تھی، حتیٰ کہ بعض فرقوں کے نزدیک پرش میدھ یعنی انسانی قربانی بھی ثواب کا موجب تھی۔ لیکن ان مذاہب کے ظہور کے بعد عدم تشدد کا فلسفہ راجح ہوا۔ لوگوں میں یہ تصور اس قدر طاری ہو چکا تھا کہ بلا ضرورت کسی بھی جاندار کو مارنا ان کے نزدیک جائز نہیں تھا، اس تصور کی وجہ سے ہندو راہبوں نے اپنی زندگی اتنا ہی کٹھن کر دی تھی۔ وہ پانی نہیں ابال سکتے تھے، کیوں کہ اس سے اس میں موجود جرا شم ہلاک ہو جاتے۔ ہل نہیں چلا سکتے کہ اس سے حشرات الارض کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مجھر یا مکھی بھی ڈنگ مارے تو بھی کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگرچہ گوتم بدھ یا مہا ویر نے گوشت خوری کے متعلق کوئی واضح پدایات نہیں دی تھی، لیکن غالباً ان مذاہب میں اس تصور کو تقویت فلسفہ ہم اوست کے سبب ملی ہوگی۔ جب ہرش میں خدا کو دیکھا جائے تو پھر اسے کیسے کسی قسم کا نقصان پہنچایا جا سکتا ہے؟

تนาخ

یہ وہ واحد عقیدہ ہے جو تمام ہندوؤں میں مشترک طور پر مسلم ہے، ہندی زبان میں اسے آواگمن کہا جاتا ہے، جس کے مطابق اپنے پچھلے کرم یعنی گناہوں کے باعث بار بار جنم لینا ہے۔ جزا اوزرا کے اس تصور کو ہندو کرم کہتے ہیں۔ اعمال کی جزا اوزرا کے سلسلے میں ہندوؤں کا عقیدہ اسی نظریہ کے گرد گھومتا ہے، جس کے مطابق حیوانات، نباتات، معذور، غریب وغیرہ سب اپنے پہلے جنم میں غنوں سے آزاد انسان تھے، لیکن اپنے برے اعمال کے سبب ان کی روح یہ صورت و شکل اختیار کر گئی۔ اور تمام خوش حال انسان اپنے پچھلے جنم میں اچھے کاموں کا شمر حاصل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص معذور ہے تو یہ دراصل اس کے پچھلے جنم کے برے اعمال کا نتیجہ ہے اور ایک شخص طاقت و راور صحت مند ہے تو یہ اس کے اچھے اعمال کا نتیجہ ہے، جو اس نے پچھلے جنم میں کیے۔

عبدات

پوجا

ہندوستان میں مجسمہ سازی کافن قدیم تہذیب کا ورثتھا، لیکن اس فن کو مذہبی حیثیت سب سے پہلے بدھ مذہب کے لوگوں نے دی۔ سب سے پہلے گوتم بدھ کا بات گندھارا تہذیب کے فن کاروں نے پہلی صدی عیسوی میں بنایا۔ ان کے مجسمے اتنے شاندار تھے کہ اس سے دیگر فرقے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جین مت کے لوگوں نے بھی اپنے بزرگوں کے مجسمے بنانے شروع کر دیے۔ دوسری صدی عیسوی میں مجسمہ سازی کا یون متحرا تک پہنچ چکا تھا اور دوسری صدی عیسوی کے اختتام تک بنارس، آندرھ اور امراوی میں بھی بست بنائے جانے لگے۔ ہندو، بدھ، جین سبھی نے اپنے معبدوں کو نظر آنے والی صورت میں پسند کیا اور دیوتاؤں کی مورتیاں مذہبی کتابوں میں بیان کردہ خدوخال کوسا منے رکھتے ہوئے بنائیں۔ مثلاً گیتا میں برہما کو وشو تو کھے یعنی ہر طرف منہ والا کہا گیا تو اس کے پیش نظر ہندوؤں نے برہما کا بات ایسا بنا یا کہ اس کے منہ چاروں طرف تھے۔ اس طرح دیگر بست بنائے گئے اور ان کی پوجا شروع ہو گئی۔

پوجا ہندوؤں کے مذہب کا سب سے بڑا مظہر ہے، جو مختلف مراسم کے ساتھ مختلف ادوار میں انجام دی جاتی ہے۔ پوجا کا اہتمام مندروں میں کیا جاتا ہے۔ دیوتاؤں کی مورتیوں کے علاوہ مختلف حیوانات کی مورتیوں کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔ پوجا کی رسم میں مورتیوں کے سامنے گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں، پھولوں کا ہار، غذاوں اور خوبیوں کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے حضور سجدے کیے جاتے ہیں اور مذہبی ادبیات سے مناجات پڑھی جاتی ہیں اور پھر ان مورتیوں

یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہندو حضرات بت یعنی ایک پتھر کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ مورتیاں کسی دیوتا یا اوتار کی شخصیت یا خدا کی صفات کو ظاہر کر رہی ہوتی ہیں۔ پتھر کی ان مورتیوں کو کسی شخصیت سے منسوب کر دیا جائے تو ایک ہندو کے نزدیک پھر اس پتھر کی مورتی کی تقدیس و پرستش لازم ہو جاتی ہے۔

گیگیہ یا میجننا (قربانی)

گیگیہ کو عام معنوں میں قربانی کہا جاتا ہے۔ ہندو تہذیب میں گیگیہ کی رسم قدیم غیر آریائی تہذیب سے راجح ہے، لیکن اس کے طریقے مختلف عہد میں تبدیل ہوتے رہے۔ تبدیلی کا سفر طے کرتے ہوئے موجودہ دور میں گیگیہ کی رسم میں مختلف قسم کے اناج، پھلوں اور جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔ اناج اور پھلوں کی قربانی کا مفصل اور طویل ذکر ہمیں بیگروید میں ملتا ہے، جس کا موضوع ہی گیگیہ ہے، جب کہ جانوروں کی قربانی کا ذکر ہمیں قدیم صحائف یعنی برہمنا اور رگ وید میں ملتا ہے۔

قانون مقدس میں جانوروں کی قربانی کرنے والوں کو ہدایت ہے کہ حتی الامکان کم تکلیف دی جائے، البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کا پکھنخون دیوتا کی مورتی (بت) پر گرے۔ زیادہ تر قسم کے گیگیہ میں قربانی کے بعد اناج یا گوشت وغیرہ کھایا نہیں جاتا، بلکہ یہ خدا کا حصہ مانا جاتا ہے۔

جاپ

جاپ کا مطلب تسبیح اور ذکر کرنا ہے۔ ویگر مذاہب کی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی دیوتاؤں کے نام اور مذہبی کتابوں سے مختلف منتروں کی تسبیح اور وظیفے پڑھے جاتے ہیں اور داخل عبادت سمجھا جاتا ہے۔

تہوار و رسوم

ہندوؤں کے ہاں تہواروں کی تعداد بہت زیادہ ہے، بعض تہوار مخصوص خطے کے ہندو مناتے ہیں۔ ذیل میں ہم انہی تہواروں کا ذکر کریں گے جو تقریباً تمام ہندو مناتے ہیں۔

دیوالی (Devali)

لفظ دیوالی کے معنی دیے کی قطار ہے۔ یہ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے، جو ہندی کلینڈر کے مہینہ کاتک کی پندرہ تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اسے دیپاولی یعنی روشنیوں کی قطار اور روشنیوں کا تہوار بھی کہا جاتا ہے۔ اس تہوار میں ہندو کسی دریافتی تالاب میں نہا کرنا یا لباس پہننے ہیں اور شرادھ (نذر و نیاز) کرتے ہیں۔ دیے جلانے جاتے ہیں اور بڑے پیمانے پر آتش بازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مختلف خطوط اور عقیدے کے لوگ اپنے اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور سب مل کر جو اکھیتے ہیں۔

اگرچہ یہ تہوار سال بھر میں ہندوؤں کے لیے انتہائی اہم ہوتا ہے، لیکن اس کے آغاز اور اس کی بنیاد کے بارے میں ہندو علماء کے ہاں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ البتہ سب سے مقبول عقیدہ یہ ہے کہ جب شری رام چندر چودہ برس بعد راون کو مار کر واپس اپنے شہر ایودھیا آئے تو وہاں کے لوگوں نے اس خوشی میں دیے جلانے اور بھر پور چراغاں کیا۔ اسی کی یاد میں دیوالی منانی جاتی ہے۔ تاہم ہمیں رزمیہ ادب میں دیوالی کے بارے میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی۔

ہوولی (Holi)

ہوولی موسم بہار میں منایا جانے والا ہندو مت کا مذہبی اور عوامی تہوار ہے۔ یہ تہوار ہندی کلینڈر کے مطابق پھاگن مہینے میں پندرہ ہویں تاریخ پور نیما کو منایا جاتا ہے۔ رنگوں کا یہ تہوار روایتی طور سے دو دن منایا جاتا ہے اور ان دونوں وہ ایک دوسرے پر رنگ پھینک کر تقریباً سے محفوظ ہوتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو رنگ نگے اور نغمے بجانے کے بعد غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر ایک دوسرے کے گھر ملنے جاتے ہیں، گلے ملتے ہیں اور مٹھائیں کھلاتے ہیں۔ اکثر گھروں کے آنگن کو رنگوں سے مزین کیا جاتا ہے اور محفلوں میں بھنگ کا بھی خاص اہتمام ہوتا ہے۔ پورے ہندوستان سمیت ان تمام ممالک میں مختلف ناموں کے ساتھ رنگوں کا یہ تہوار منایا جاتا ہے، جس کا تعلق ہندو مت سے ہے۔

یہ تہوار ہندوستان میں جس قدر قدیم ہے اس کی تاریخ بھی اسی قدر گم ہے۔ مورخین کے مطابق قدیم تہذیب میں یہ تہوار موسم بہار کی آمد کی خوشی میں آریوں کے ہاں بھی منایا جاتا تھا، البتہ ہندو مت کی مقدس کتابوں میں اس رسم کا واضح ذکر ہمیں پرانوں میں ملتا ہے، جس میں اسے رنگ کا تہوار بتایا گیا ہے۔ لیکن اس تہوار کی وجہ کے متعلق کئی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔

عام طور پر مشہور ہے کہ ہریکشپ، جو کہ ایک طاقت و را اور شیطانی دیوتا ہے، اس نے دھرتی پر حکم جاری کیا کہ اب کوئی بھی خدا کا نام نہ لے اور نہ خدا کی عبادت کرے۔ اس بد کار دیو کے خوف سے لوگوں نے اسے پونچنا شروع کر دیا، جب کہ اس کا پیٹا، جو کہ خدا کا ایک حق پرست اور جاں نثار بندہ تھا، اس نے اپنے باپ کی مخالفت کی اور اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

ہریکشپ اس کی اس حراثت پر سخت برہم ہوا اور اس کے لیے سخت سزا کا حکم سنایا، لیکن اس حق پرست بندے کو اس سزا سے کچھ فرق نہیں ہوا۔ ہولیکا، جو کہ ہریکشپ کی بہن تھی، اس نے ہریکشپ کے بیٹے پر ہلاکو یہ قوت تخفی کی کہ آگ اس کے لیے بے ضرر ہو گئی۔ ہریکشپ نے دونوں کو آگ میں ڈالوایا، جس کے نتیجے میں اس کی بہن مر گئی، جب کہ اس کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اسی داستان کی یاد میں آج ہولی کا تہوار منایا جاتا ہے۔ اس داستان کے علاوہ ہولی کو رادھا اور کرشن کی محبت سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔

نوراتری (Navaratri)

یہ تہوار نوراتوں تک منایا جاتا ہے۔ اس روزگشتوں دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔ اسے عام طور پر ڈرگا پلاجا، بھی کہا جاتا ہے۔ اس تہوار میں ہندو رقص و موسیقی کی محافل منعقد کرتے ہیں اور خاص طور پر ڈانڈیا کھیلتے ہیں۔ ہندو مت کے دیگر تہواروں کی طرح اس تہوار کے متعلق بھی کئی روایات منسوب ہیں، جن میں سے کسی ایک کو یقینی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

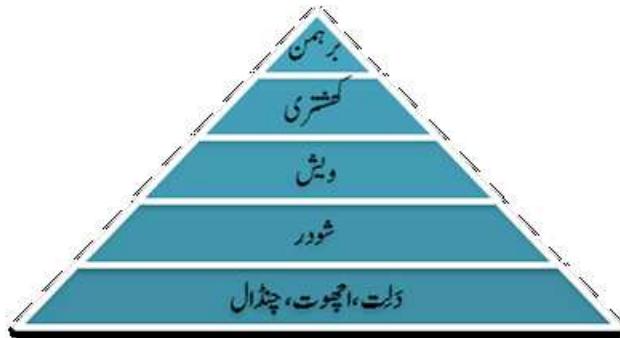
معاشرتی نظام

ہندوستان کے معاشرتی نظام کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

طبقاتی نظام

ہندوؤں کے معاشرتی نظام میں سب سے اہم امر ورن آشرم ہے۔ ورن کے معنی رنگ کے ہیں۔ گزشتہ اوراق میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ ہندوستان میں ابتدائی طور پر یہ طبقے پیشے کے لحاظ سے تھے، لیکن آریوں نے اپنی نسل کی حفاظت کے لیے اسے مذہبی قانون میں ڈھال دیا اور اس پر سختی سے پابند رہے۔ یہ نظام وقت کے ساتھ ساتھ مزید پروان چڑھتا گیا۔ بعد ازاں اسے منودھرم شاستر میں مزید تقویت دی گئی اور اسے معاشرے کا لازمی جز قرار دے دیا۔ اس طبقاتی نظام کی رو سے سب سے اعلیٰ تین طبقے بالترتیب بنے: برہمن، کھشتری اور ولیش۔ ان تینوں طبقات میں آریائی لوگ ہی شامل تھے، جو کہ سفید جلد والے لمبے قد اور اچھے نقش کے حامل تھے۔ مقامی باشندے، یعنی ہندوستان کی قدیم اقوام جن کا رنگ سیاہ تھا اور جو کہ پست قد تھے، شودر اور اس سے بھی ادنیٰ طبقے میں شمار ہوئے اور انھیں معاشرے کی نچلی مخلوق قرار دیا گیا۔ برہمن، کھشتری، ولیش اور شودر کی اس قسم کے بعد ان طبقات کے مختلف حصائص اور حقوق متعین کیے گئے ہیں۔ ہندو عقائد کی رو سے سب سے بلند مرتبہ ذات برہمن ہے، کیوں کہ وہ خدا کے منھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کھشتری، جو خدا کے بازوؤں سے، پھر ولیش جو رانوں سے، اور پھر ہندوؤں کے نزدیک سب سے نچلی ذات شودر، جو خدا کے

پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔ دورِ جدید میں ہندو مصلحین مثلاً آریسماج وغیرہ ذات پات کی شدید مخالفت کرتے ہیں اور یہ ماننے میں کہ ذات پات کا تعلق ہندو مت سے نہیں ہے۔



آشرم

برہمنی دور کے آخری حصے میں ہندو مت کے معاشرتی نظام کا دوسرا اہم امر وجود میں آیا جسے آشرم کہتے ہیں۔ اس کے مطابق انسان کی اوسط عمر 100 سال مان کر پہلی تین دنیوں کے افراد کی زندگی کو پچیس پچیس سال کے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ **برہم چریا آشرم :** پہلے 25 سال کی عمر تک تعلیم حاصل کرنا، ویدوں کو پڑھنا اور سمجھنا۔

۲۔ **گرہستھ آشرم :** 25 کے بعد سے 50 برس کی عمر تک خاندان کی کفالت، مذہبی کتابوں کا مطالعہ، قربانی، نذر و نیاز اور دیگر فرائض و رسوم انجام دینا۔

۳۔ **وان پرستھ آشرم :** 50–75 سال کی عمر تک رہبانیت اختیار کرنا اور آرنیک نامی مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا۔

۴۔ **سنسان آشرم :** 75 سال کی عمر کے بعد فقیر بن کر زندگی گزارنا اور کسی ایک جگہ قیام نہ کرنا۔

ہندو دھرم اور راہِ نجات

نجات کو ہندی زبان میں 'مکتی' کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر ہندوؤں کے نزدیک نجات کے تین طریقے ہیں۔ یہ تین راستے یوگا اور مارگ بھی کہلاتے ہیں: کرم مارگ، گیان مارگ اور بھگتی مارگ۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ کرم مارگ: کرم مارگ کے معنی راہِ عمل ہے۔ مکتی کے لیے راہِ عمل سے مراد یہی ہے کہ اپنے دھرم پر ڈٹ کر عمل کیا جائے۔ یعنی ہر ذات کے لیے اس کا مخصوص عمل ہے، جس سے وہ نجات پاسکتا ہے۔ برہمن کی نجات کی راہِ عمل مذہبی ذمہ داری ادا کرنا ہے، کھشتری کی راہِ عمل خیرات دینے اور جنگ میں لڑنے۔ ویش کی نجات زراعت و تجارت اور شودر کی نجات مندرجہ بالا ذائقوں کی خدمت کرنے میں مضمرا ہے۔

۲۔ گیان مارگ: گیان ہندی زبان میں علم کو کہتے ہیں۔ ہندو فلسفیوں نے مکتی کی جو دوسری راہ بتائی وہ راہِ علم ہے۔ علم سے مراد وہ ذہنی علم نہیں جسے عام طور پر عصری علوم بھی کہا جاتا ہے، بلکہ اس علم سے مراد روحانی شعور حاصل کرنا ہے۔ علم اپنeshوں کے گھرے مطالعے، اپنی تخلیق پر غور اور مرابتے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کی آخری منزل خود آگاہی ہے۔ یعنی انسان خود کی ذات کا حصہ ہے۔ اس کیفیت کو ہندوؤں میں 'موکش' اور 'گیان' کہا جاتا ہے۔

۳۔ بھگتی مارگ: بھگتی کے معنی غلامی ہے۔ عام مفہوم میں بھگتی سے مراد یہ ہے کہ دیگر دیوتاؤں کا انکار کیے بغیر کسی ایک کو خدا نے واحد تسلیم کیا جائے اور دوسرے دیوتاؤں کو اپنے مخصوص دیوتا کے ماتحت جان کر محبت و یکسوئی قلب کے ساتھ اسی شخصی دیوتا کی پرستش کی جائے۔ اس کی محبت میں اس قدر محظوظ جانا کہ پھر کسی کا خیال نہ آسکے اور بندے کی تمام امید میں اسی دیوتا سے وابستہ ہوں۔ گویا بندہ اس دیوتا کی محبت میں خود کو فنا کر لے۔

ہندو فرقے اور تحریکیں

دیگر مذاہب عالم کی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی مختلف مکاتب فکر پائے جاتے ہیں، مگر ان کے فرقوں کی تعداد دیگر مذاہب کی نسبت بہت زیاد ہے۔ قدیم فرقوں کی بنیاد فلسفہ اور خدا اور انسان کے تعلق کے متعلق بحث سے پڑی، جب کہ نئے فرقے اسلام اور عیسائیت سے متاثر ہو کر تشكیل پائے۔ ان فرقوں میں ایسے گروہ بھی شامل ہیں جو سرے سے خدا کے منکر ہیں اور وہ بھی ہیں جو سب کچھ خدا کو ہی قرار دیتے ہیں۔ توحید و مساوات کی طرف دعوت دینے والا داش و ر طبقہ بھی ہے اور ان گنت دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا، رقص و موسیقی کی محفل سجانے والا اور بت پرستی کرنے والا طبقہ بھی موجود ہے۔ اس مذہب میں موجود حیرت انگیز لچک کے باعث روزانت نے فرقے پیدا ہوتے ہیں اور فنا ہوتے ہیں، لہذا اس مذہب میں موجود تمام فرقوں کے بارے میں جائزہ لینا ہماری اس مختصر تحریر میں ناممکن ہے۔ ہم یہاں چند مشہور اور بااثر فرقوں کا ہی ذکر کریں گے۔

وشنومت

ہندو مت کے بیشتر فرقے خدا اور انسان کے ما بین تعلق کی تشریح کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔ انہی فرقوں میں سے ایک مقبول فرقہ وشنومت ہے، جس کی بنیاد صرف وشنود یوتا کی پرستش پر رکھی گئی۔ اس فرقے کی مزید تین شاخیں ہیں، جن میں راما خ (d. 1485) کا مکتب فکر اور دلا بھالا (d. 1479) مشہور ہیں۔ اول الذکر فرقے میں رقص و موسیقی اور بھجن کو خاص اہمیت

حاصل ہے، جب کہ دوسرا فرقہ چند خاندان کے ممتاز ہونے پر اصرار کرتا ہے، جن کے علاوہ کوئی مندرجہ تغیر نہیں کر سکتا۔

وشنومت فرقے کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پروہتوں نے ہندومت کو عوام الناس کے لیے دلچسپ بنانے کا بھرپور انتظام کیا اور اسے عام لوگوں کے تقاضے کے مطابق ڈھانے کی کوشش کی۔ روایتی طریقہ کے برعکس انہوں نے سنسکرت کے بجائے تامل اور ہندی کو مذہب کی تبلیغ کے لیے استعمال کیا اور ہندومت کی اشاعت عام زبانوں میں کی۔ اس تحریک سے قبل مذہب کی تعلیم سنسکرت کے علاوہ کسی اور زبان میں دینا گناہ کا موجب سمجھا جاتا تھا۔ وشنومت کے کچھ ذیلی فرقوں نے ذات پات کے خلاف شدید آواز بلند کی۔

شیومت

یہ فرقہ ہندوؤں میں قدیم زمانے سے پایا جاتا ہے، جس کے آثار ہمیں موجود ہن جوڑ روا اور ہڑپا میں بھی ملتے ہیں۔ اس فرقے کی بنیادی تعلیم شیو اور اس کی بیوی کالی مان کی پرستش ہے، جو لگ اور یونی یعنی عضوت ناصل کے ذریعے کی جاتی ہے۔ شیو کی پرستش کے لیے انسان و حیوان دونوں ہی کی مورتیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس فرقے کی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ جسم پر را کھل کر رقص و موسیقی کی محفلیں معقد کرتے ہیں اور بیل کی آواز نکالتے ہیں۔ البتہ یہ رسوم زیادہ تر صرف مذہبی طبقہ ہی ادا کرتا ہے، عام لوگ محض ان میں شریک ہونے کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اس فرقے میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مردوں کو دفاترے ہیں، گوشت خوری کو جائز کہتے ہیں اور آزاداً جنسی تعلقات کے حامی ہیں۔

شکنتی بھکت

اپنی تعداد کے لحاظ سے یہ فرقہ ہندوؤں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ لوگ خدا کو مان کے مثل مانتے ہیں۔ اس فرقے میں کوئی الگ خاص عقائد نہیں ہیں، البتہ ان کے فلاسفہ روح (پرش) کو مذکور اور مادہ (پراکرتی) کو مؤنث مانتے ہیں۔ ہندومت کے مشہور علماء: شنکر آچاریہ اور سوامی ویویکانند (1863-1902) اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

سمرتی مت

ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد سمرتی مت سے تعلق رکھتی ہے۔ سمرتی مت سے مراد وہ مکتب فکر ہے جو کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتے، نہ خود کو کسی خاص دینوتا سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ لوگ دینوتاؤں کی پرستش کے معاہدے میں آزادی کے قاتل ہیں، یعنی ایک ہندو جس کی پرستش کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ یہ مکتب فکر خود کو ایک بڑے ہندو مصلح آدمی شکر (788-820CE) سے منسوب کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندو دھرم وہ مذہب ہے جس میں خدا کو کسی بھی صورت میں پوجا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں تعلیم یافتہ ہندوؤں کی اکثریت اس سے وابستہ ہے۔ سمرتی مت سے تعلق رکھنے والے لوگ سمرتی زمرے میں آنے والی بھی کتابوں کو انتہائی اہمیت دیتے ہیں۔

آریہ سماج

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد ہندو دھرم میں جو اصلاحی تحریکیں اٹھیں ان میں سے ایک آریہ سماج ہے۔ یہ فرقہ دور حاضر میں سوامی دیانند سرسوتی کے ہاتھوں تشكیل پایا ہے۔ ہندوؤں میں یہ فرقہ اگرچہ بہت کم تعداد میں ہے، لیکن یہ ایک باشر فرقہ ہے۔ آریہ سماج والے عقیدہ اوتار کا شدید انکار کرتے ہیں۔ ان کے مطابق شری کرشن جیسے صالح لوگوں کو خواہش ہوتی ہے کہ وہ دھرم کے قیام کے لیے دوبارہ جنم لیں، چنانچہ اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں ہے کہ وہ اس کا اظہار (گیتا میں) کریں۔ جو لوگ اوتار کے قاتل ہیں وہ دراصل وید سے واقف نہیں ہیں۔ اسی طرح وہ بت پرستی اور ذات پات کی بھی مخالفت کرتے ہوئے توحید اور مساوات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ان کا نعرہ ہے کہ حقیقی وید ک دھرم کی طرف الوٹو۔ سوامی دیانند سرسوتی نے وید کا ترجمہ اور تفسیر (بھاشیہ) بھی لکھی ہے، جس کی اکثر پڑتوں نے مخالفت کی، تاہم اب یہ مقبول ہو چکی ہے۔

برہما مسماج

اس فرقے کے بانی راجا رام موہن رائے تھے، جو 1774ء میں بمقام برداون (مغربی بنگال) ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انھیں انگریزی، عربی، فارسی، بنگالی اور سنسکرت کے علاوہ لاطینی، فرانسیسی، یونانی اور عبرانی زبان سے بھی واقفیت تھی۔ انھوں نے وید سمیت دیگر مذاہبِ عالم کی کتب کا مطالعہ کیا اور 39 سال کی عمر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا باقاعدہ آغاز کیا۔ ان کی تعلیمات کا محور کم عمری میں شادی، بہت پرستی، کثرتِ ازدواج، الوبیت مسح علیہ السلام، سُنی کی ظالمانہ رسم اور ذات پات کے استیاز کی مخالفت تھی۔

گاندھی تحریک

اس تحریک کے بانی مہاتما گاندھی تھے، جو کہ ایک معروف مذہبی اور سیاسی شخصیت ہیں۔ انھوں نے رہبانیت، اہنسا اور سادگی کے اصولوں پر زور دیا اور ذات پات کی مخالفت کرتے ہوئے تمام انسانوں کے برابر ہونے پر زور دیا۔ انھوں نے اچھوت طبقے کو ہبہ بجن، یعنی خدا کے بندے قرار دیا اور انھیں عزت دی۔ اس وقت ان کی تحریک کو ہندوستان میں سرکاری سرپرستی حاصل ہے اور انھیں بابائے قوم سمجھا جاتا ہے۔ گاندھی تحریک کے آشرم پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔
